حسن الصغانی (م ٦٥٠ھ) کا عربی لغت نویسی میں خدمات: ایک تنقیدی واطلاقی پہلو کا جائزہ

Hasan al-Saghani's services in Arabic lexicography: An Overview of the Critical and Divisive Aspects

ڈاکٹر محمد سلیم ہوید*
ڈاکٹر زینب امین**

Abstract

In Saghani's Arabic lexicography, the services are acknowledged by the literary people, but we have to admit the fact that despite Saghani's kindness, no one paid any attention to his services. And most importantly, Saghani belonged to the Pak-Wa Hindh region and has done a great service to Arabic language and literature on the part of India. Not only did he do lexicography work, but he was the first to introduce the science of hadith in India. In this respect, Saghani was well versed in all sciences and arts. Although Saghani's lexicography is completely new and excellent, especially Dr. Ahmad Khan's PhD dissertation on Saghani. However, it ignores the application of Saghani's lexicography.

And the source of Saghani is not discussed in Dr. Nassar who has compiled the Tarikh Maajam. Among them are the complete references to the names of the poets, the authenticity of the poems, the names of the men, the names of the children, the names and translations of the companions and the narrators, as well as many poems and poems by the authentic narrators. No, but Dr. Ahmad Khan has used it in his dissertation. In addition, Muhammad Ismail Nadwi received his doctorate from the University of Cairo in Al-Ma'ajim Al-Arabiya Fi Al-Hind: Tarikhha Wa Manahjaha Darasa Maqarnah. There is no complete book on Saghani's dictionary but Dr. Ahmad Khan has mentioned his books in some detail in his PhD dissertation. So far no specific research work has been done on the application of Saghani's Arabic lexicography to provide any guidance for students and researchers. To what extent should Saghani's lexicography be used in the present age? Is the reference to the Arabic dictionary? In this article attempt the mention resin.

Keywords: *Hassan Al-Saghani's , lexicography. Application Review , his Services*

تمہید:

صغانی کی عربی لغت نویسی میں خدمات اعتراف تو اہل ادب ولغت کو ہیں تاہم اس حقیقت کا بھی اعتراف کرنا پڑے گا کہ واقعی صغانی کے احسانات کے باوجود ان کی ان خدمات کو سامنے میں کسی نے توجہ نہ نہیں دی۔ اور سب سے اہم بات یہ کہ صغانی کا تعلق اس خطہ پاک وہند سے تھا اور اس نے ہندوستان کی طرف سے عربی زبان وادب کی بے حد خدمت کی ہے۔ آپ نے نہ صرف لغت نویسی کام نہیں کیا بلکہ آپ

* چیئر مین، شعبۂ اسلامیات، جامعہ پشاور۔
** اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ بے نظیر وویمن یونیورسٹی' پشاور۔

نے سب سے پہلے ہندوستان میں علم حدیث کو متعارف کرایا تھا اس لحاظ سے صغانی کو ہر علوم وفنون میں مہارت حاصل تھی۔ اگرچہ صغانی کی لغت نویسی کے ضمن میں لکھی جانے والی تحریرات میں بالکل نئی اور کافی عمدہ ہے خصوصاً ڈاکٹر احمد خان صاحب کا پی ایچ ڈی مقالہ جو صغانی پر لکھا گیا ہے۔ تاہم اس میں صغانی کی لغت نویسی کے اطلاقی پہلو کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ اور ڈاکٹر نصار جنہوں نے تاریخ معاجم کو ترتیب دیا ہے اس میں صغانی کے ماخذ پر بحث نہیں کی گئی ہے۔ ان میں اسماء الشعراء کا مکمل طور پر حوالہ دینا' اشعار کی صحت روایت اور صحیح قائلین کی طرف سے نسبت' اسماء الرجال' اسماء البلدان' اصحاب ومحدثین کے اسماء وتراجم کے علاوہ مقامی لغات اور کثرت اشعار ایسی چیزیں ہیں جن کا ذکر ڈاکٹر نصار نے نہیں کیا بلکہ ڈاکٹر احمد خان صاحب نے اپنے مقالہ میں جا بجا کیا ہے۔ اس کے علاوہ محمد اسماعیل ندوی نے قاہرہ کی جامعہ سے ڈاکٹریٹ کے لیے المعاجم العربیہ فی الہند: تاریخہا ومناہجہا دراسہ مقارنہ' ہے اس میں دیگر لغت نویسی کے ساتھ صغانی کا نام لکھا گیا ہے لیکن تفصیل سے ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ صغانی کے لغت کے حوالے کوئی مکمل کتاب موجود نہیں ہے لیکن ڈاکٹر احمد خان صاحب نے اپنے پی ایچ ڈی مقالہ میں کسی قدر تفصیل سے ان کے کتابوں کا تذکرہ کیا ہے۔ صغانی کی عربی لغت نویسی کے اطلاق کے حوالے سے اب تک کوئی خاص تحقیقی کام سامنے نہیں آیا ہے جس سے طلباء ومحققین کے لیے کوئی رہنمائی پائی جائے۔ موجودہ دور میں صغانی کے لغت نویسی سے کس حد تک اور کیسے استفادہ کیا جائے؟۔ اور کیا اس میں مطلوبہ مواد عربی لغت کے حوالے سے ہیں؟۔ درجہ ذیل عنوانات کے تحت صغانی کے عربی لغت نویسی اطلاقی پہلو کا جائزہ لیا جاتا ہے:

صغانی کا تعارف ابتدائی حالات

- تحصیل علم
- علم لغت میں خدمات
- صغانی کا لغت میں منہج ومدرسہ
- صغانی عربی لغت نویسی کا اطلاقی پہلو

صغانی کا تعارف:

صغانی کا پورا نام حسن بن محمد بن حسن بن حیدر بن علی بن اسماعیل القرشی تھا[1] سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اور اس بناء پر آپ کا قبیلہ بھی بنو عدی بن نجار ہے اس بناء پر آپ عدوی کہلائے جاتے ہیں۔ آپ کے آباواجداد کے اصل وطن صغانیان کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے صغانی لکھا کرتے تھے[2]۔

ا۔ جائے پیدائش:

صغانی کے پیدائش کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے تمام تذکرہ نگار اس امر پر متفق ہیں کہ صغانی کی پیدائش لاہور' موجودہ پاکستان صوبہ پنجاب کا دار الحکومت ہے میں ہوئی[3]۔ ہاں البتہ ان کے سن پیدائش میں چند حضرات نے کسی غلط فہمی کی بناء پر شک کا اظہار کیا ہے۔ جب کہ خود صغانی نے اپنی تاریخ پیدائش ۱۰ صفر ۵۷۷ھ بتائی ہے اور یہی مستند ہونے کے علاوہ

درست بھی ہے[4] صغانی کے آخری شاگرد علامہ الدمیاطی (م ۷۰۵ھ) لکھتے ہیں: ہمارے استاذ نے اپنے پیدائش سے متعلق بتایا کہ ۱۰ صفر ۵۷۷ھ ہے[5]۔

صغان سے نقل مکان اور حصول علم:

صغانی کے آباواجداد صغانیان سے کب نکلے اور کس کس جگہ گئے اس بارے میں خود صغانی سمیت سبھی تذکرہ نگار خاموش ہیں قیاس یہ ہے کہ وسط ایشاء میں سیاسی عدم سکون کی بناء پر صغانی کے آباواجداد صغانیان سے غزنہ منتقل ہوئے اور غزنہ میں سلطان یسین الدولہ خسروشاہ (حکومت ۵۵۲ھ-۵۵۶ھ) کی کمزوری اور عدم استقامت کی بناء پر کچھ لوگ نے غزنہ پر چڑھائی کی تو خسروشاہ ہندوستان کی طرف بھاگ گئے' یہاں سے بھی اس بناء پر یعنی غزنہ سے صغانی کے والد محمد بن الحسن غزنہ سے لاہور منتقل ہو گئے[6]۔ بعد ازاں سلطان السعید معزالدین محمد بن سام (حکومت ۵۹۹ھ-۶۰۲ھ) نے جب لاہور پر حملہ کیا اور وہاں کے حکمران خسروشاہ کو مار بھگایا اور یہ علاقہ بھی اس سے چھین لیا۔ تو وہ لاہور کے بجائے واپس غزنہ چلے گئے تو صغانی کے والد مع اپنے فرزند کے غزنہ منتقل ہو گئے[7]۔ یہی غزنہ میں صغانی کے والد محمد بن الحسن بن تعلیم پائی تھی۔ اس لیے ہو سکتا ہے اپنے لخت جگر کی بہتر تعلیم کے لیے بھی یہاں لے آئے ہوں۔

اس وقت غزنہ علمی نیز سیاسی اعتبار سے ایک مرکز کی حیثیت رکھتا تھا جہ ۱۹ اں صغانی نے اپنے والد کے علاوہ دیگر علماء سے متداول علوم میں دسترست حاصل کی۔ صغانی ۵۸۰ھ کے بعد سے ۵۹۲ تک غزنہ میں ہی مقیم رہے[8]۔

صغانی کا یہ عرصہ تمام تر حصول علم اور اکتساب فنون میں گزرا۔ باپ کی تربیت نے صغانی میں لغت اور ادب کے مذاق کو ابھارا اور صغانی کی علمی استعداد میں بے پناہ اضافہ کیا۔ صغانی کے والد وقتاً فوقتاً ان کے نتیجہ ذہن کے لیے علیم وادبی نکات پوچھا کرتے تھے۔ اگر وہ نہ بتا سکتے تو خود بھی بتادیتے اور اکثر ایسا بھی ہوا اس لیے کہ صغانی کی عمر ابھی اتنی نہیں ہوئی تھی کہ ایسے نکات پر حاوی ہوتے۔ اس سے صغانی کی مطالعہ اور شوق تحقیق کو مہمیز ملتی۔ چنانچہ وہ تحصیل علم کے لیے مزید سرگرمی دکھاتے۔ بچپن میں غزنہ کے قیام کے دوران صغانی کے والد نے ایسے ہی چند نکات ان سے پوچھے تھے' جن میں سے ایک کا ذکر صغانی نے خود اپنی کتاب العباب الزاخر میں بھی کیا ہے[9]۔

صغانی کے اپنی تحریروں سے اسی پتہ چلتا ہے کہ قیام غزنہ کے دوران انہوں نے اپنے والد سے عربی ادب کی معروف کتاب الحماسہ پڑھی تھی۔ یہ معلوم ہوتا ہے لغت کی تعلیم کی تکمیل تقریباً یہی پر صغانی نے کرلی تھی[10]۔

سن ۵۹۵ھ سے لے کر ۶۰۲ء تک صغانی کہاں کہاں رہے کس کس عالم سے کیا کیا سیکھا' اس بارے میں تذکرہ نگار یکسر خاموش ہیں۔ مگر انہوں نے اس عرصہ میں غزنہ' وسط ایشاء کے دیگر مراکز قسم ترمذ' سمرقند' بخارا' فرغانہ' الخسیس' مرغینان' خوارزم اور جرجان وغیرہ مس فقہ' حدیث' اور ادب عربی کے مشہور علماء سے کسب فیض کیا ہو گا۔ یہ بھی ممکن ہے اس عرصہ میں ہندوستان بھی آئے ہو۔ کیونکہ کچھ تذکرہ نگار لکھتے کہ آپ نے ہندستان میں قاضی سعد الدین خلف بن محمد بن ابراہیم اور نظام الدین محمد بن الحسن بن اسعد وغیرہ سے کسب فیض کیا[11]۔

اگرچہ اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ صغانی نے کس عرصہ میں ان دونوں علماء سے ہندوستان میں اخذ علم کیا ہے تاہم قیاساً یہ کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ اس عرصہ سے صغانی حصول علم میں سرگرداں رہا اس لیے یہی عرصہ ہے جس میں اس نے ان سے پوچھا ہوگا ورنہ دوسرے عرصہ قیام ہندوستان ۶۱۷ھ۔۶۳۲ میں صغانی کی بوجہ سفارت اس قدر مصروفیات تھیں کہ ان علماء سے استفادہ کا موقعہ کیسے ملتا۔

صغانی نے ہندوستان سے یافنونہ سے جزیرہ نما عرب کا رخ کیا ہے' اس بارے میں ابھی تک پوری طرح علم نہیں ہو سکا۔ البتہ پتہ چلتا ہے کہ علامہ صغانی ۶۰۵ھ میں علاقہ حجاز میں تھے[12]۔

اب جب کہ صغانی کی عمر ۳۷ سال سے متجاوز ہو چکی تھی اور آپ نے تمام علوم متداولہ کی تکمیل بھی کر لی تھی تو صدیوں سے علم وفن اور خلافت کے مرکز بغداد کا رخ کیا۔ یہ بتانے کی ضرورت تو نہیں کہ تب بغداد محدثین وفقہاء' ادباء اور ماہرین علوم وفنون کا گڑھ تھا۔ چنانچہ ذی الحج ۶۱۲ میں سعادت حج حاصل کرنے کے بعد ۶۱۵ھ مس مع اہل واعیان بغداد پہنچے اور ان کی بغداد میں یہ پہلی آمد تھی[13]۔

بغداد داخل ہونے سے قبل صغانی کی شہرت بطور محدث یہاں پہنچ چکی تھی' چنانچہ غالباً ابتدائی دنوں میں ایک واقعہ پیش یا جس کا ذکر حسن سجزی نے کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

جب صغانی بغداد پہنچے تو ہاں کسی جگہ حدیث کی مجالس میں گئے' دیکھا کہ ایک محدث ابن الجوزی حدیثیں بیان کر رہا ہے اور لوگ لکھ رہے ہیں آپ بھی وہاں چلے گئے اس وقت یہ حدیث زیر ساعت تھی کہ جب مؤذن اذان کہے تو سامعین کو چاہیے کہ آذان میں موافقت کریں۔ حدیث کا آغاز بھی کیا۔۔۔ اذا سکت المؤذن۔۔۔ صغانی نے پاس بیٹھے ہوئے شخص سے کہا: حدیث میں سکت المؤذن کے لفظ ہیں۔ یہ بات جلد ہی استاد تک پہنچ گئی انہوں نے پوچھا' یہ کس نے کہا ہے؟ صغانی بولے میں نے بتایا کہ دونوں جملے ہم معنی ہیں[14]۔

جب مجلس ختم ہو گئی اور کتابیں کی طرف رجوع کیا گیا تو ان میں دونوں طرح موجود تھا۔ جب کہ اذا سکت مؤذن کی مزید شہرت پھیلی تو ان سے حدیث کی تعلیم اور انہیں مزید آزمانے کے لیے احادیث سے متعلق مختلف قسم کی سوالات پوچھے جانے لگے[15]۔ اس پایہ کا عالم حدیث بن جانے کے باوجود صغانی بغداد میں مزید سماعت حدیث کرتے رہے۔

ہندوستان آمد اور منصب سفارت:

خلیفہ وقت الناصر الدین (حکومت ۵۷۵ھ تا ۶۲۲) نے صغانی سے غالباً علوم حدیث میں استفادہ کیا تو آپ کے علم وفضل زہد و تقوی اور فہم فراست سے بے حد متاثر ہوا اور ہندوستان کی طرف سفیر بنا کر بھیجنے کا فیصلہ کیا[16]۔

مرکز خلافت کے تعلقات خاص طور پر ہندوستان سے بہت اچھے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان شمس الدین اپنے نام کے ساتھ ناصر المؤمنین کے الفاظ لکھا کرتا تھا۔ چنانچہ ۶۱۲ھ میں اس نے یہ لفاظ اپنے سکوں پر لکھوائے تھے[17]۔ سلطان الناصر الدین نے ہندوستان کی سفارت کے لیے صغای کا انتخاب کرکے بے حد دانشمندی کا مظاہرہ کیا۔ چنانچہ ربیع الاخر ۶۱۷ھ کے بعد صغانی کو اس اہم سفادت پر روانہ کر دیا گیا[18]۔

جس زمانہ میں میں صغانی ہندوستان آئے تب' مسلمانی کا دار الحکومت دہلی بڑے بڑے علماء وفضلاء کا مرکز تھا۔ یہ علماء جملہ علوم سے بہرور اور علوم دین کے شناور تھے۔ مگر صغانی کی حدیث دانی سے سبھی کمتر تھے[19]۔ بعد ازاں المستنصر باللہ ۸ نے تخت نشین ہوتے ہی صغانی کو ہندوستان سے بغداد طلب کیا۔ اس لیے کہ ایک تو ان کی رسم تاجپوشی ہونا تھی اور دوسرے وہ ہندستان کے سیاسی حالات اور اور یہاں کے

فرمان رواؤں کا ردعمل معلوم کرنا چاہتے تھے۔ صغانی ذی الحج یمس ہندوستان سے واپس بغداد پہنچے اس موقعہ پر خلیفہ المنتصر باللہ نے ہندوستان سے بہتر تعلقات کی کوشش کی ضمن مین صغانی کے بے حد تعریف کی اور صغانی کا بطور خاص شکریہ ادا کیا گیا[20]۔

درس وتدریس:

بغداد پہنچ کر صغانی نے یقیناً خلیفہ المستنصر باللہ کو اپنی سفارت کی رپورٹ پیش کی اور اس کی حاضری کے بعد صغانی نے خلیفہ وقت سے بتقاضہ عمر مزید سفارش ذمہ داریوں سے الگ رہنے کی اجازت چاہی' نیز خواہش ظاہر کی کہ اب وہ باقی ماندہ زندگی ایک سکون کے ساتھ درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں گزارنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ خلیفہ کی طرف سے اجازت کے بعد صغانی اپنے پرانے گھر واقع باب الازج میں اپنے اہل وعیال کے ہمراہ مقیم ہو گئے[21]۔

یہاں پر صغانی سے علم حاصل کرنے کے لیے طالبان علم ٹوٹ پڑے۔ بغداد میں وارد ہونے والے اکثر علماء صغای سے ان کی کتابیں پڑھنے لگے۔ حتی کہ مصر وشام مغرب اوراندلس تک کے علماء نے صغانی سے اخذ علم کیا۔ تقریباً ۸ علماء نے صغانی سے مختلف مجالس میں جن میں آخری مجلس ۶۳۷ھ میں ان کی کتاب مشارق الانوار کا درس لیا[22]۔ صغانی نے رباط میں بھی تعلیم دینے کے علاوہ گھر میں بھی اپنی کتابیں لوگوں کو پڑھارہا کرتے تھے[23]۔

وفات:

صغانی کی وفات ۱۱ شعبان ۶۵۰ھ کو ہوئی یہ تاریخ صغانی کے آخری شاگرد شرف الدین عبدالمؤمن الدمیاطی نے بتائی ہے۔ اور مستند ترین ماخذ ہے حساب لگایا جائے تو صغانی ۷۶ سال ۶ ماہ اور ۱۰ دن اس عالم فانی میں رہے۔ اور لغت وادب اور حدیث خدمت کرتے رہے[24]۔ صغانی کے وصیت کے مطابق آپ کو حریم طاہری کی جامع مسجد مکہ مکرمہ میں دفن کیا گیا ہے اور مکہ مکرمہ میں صغانی کی قبر کافی مشہور تھی۔ لوگ اکثر اس کی زیارت کو آیا کرتے تھے[25]۔

صغانی کے علمی آثار:

صغانی کی کتب کا بہت بڑا حصہ عربی زبان' لغت' نوادر' عروض اور ابیات واشعار کی تشریح سے متعلق ہیں۔ ان میں درج ذیل کتب مشہور ہیں:

"مجمع البحرين" في اللغة، وكتاب "العباب الزاخر" في اللغة، ولم يتمه؛ وكتاب "الشوارد" في اللغات، وكتاب "الفحول"، وكتاب "الأضداد"، وكتاب "العروض" وكتاب "أسماء العادة"، وكتاب "الفرائض"، وكتاب "الضعفاء"، وكتاب "الموضوعات"، وكتاب في "علم الحديث"، وكتاب "مشارق الأنوار في الجمع بين الصحيحين"، وكتاب "شرح البخاري"، وكتاب "در السحابة في وفيات الصحابة"، وغير ذلك.

علم لغت میں خدمات:

صغانی نے علم لغت کے تقریباً سبھی فنون میں خاصہ فرسائی کی ہے ان میں اضداد اور افعال' اسماء' تصریف' اور نوادر وشوارد لغت مجمع کرنے میں بڑی تندہی کا مظاہرہ کیا ہے۔ علم عروض وقوافی وغیرہ سے بھی الگ نہیں رہے۔ غرض یہ کہ لغت کی سبھی میدانوں میں صغانی نے اپنی جولانی طبع دکھائی ہے۔

ان کتب میں کچھ ایسی کتابیں بھی ہیں جو متقدمین کے تتبع میں مدون کی گئی جیسے الاضداد و معاجم وغیرہ اور کچھ ایسی کتابیں بھی ایسی ہیں جو صغانی کے ابتکار ذہن کی پیداوار ہیں جیسے کتاب الاضداد' اسماء الغادہ فی اسماء العادہ' تراکیب لغات المعرب وغیرہ۔

یہ حد قائم کرنا مشکل ہے کہ چھوٹی کتب پہلے لکھی یا بڑی' تاہم معلوم ہوتا ہے کہ صغانی نے چھوٹے رسالے بڑی کتب سے پہلے لکھ چکے تھے اور کچھ بڑی تالیفات کے درمیان بھی رسالے مدون کیے گئے ہیں۔

علم لغت میں صغانی کی تالیفات کا' سوائے چند ایک کے جن کے ساتھ صغانی نے از خود سنین تحریر کی ہو۔ سن تالیف متعین کرنا بہت مشکل ہے اور نہ ہی اتنا آسانی سے انہیں ترتیب دی جاسکتی ہے۔

یہ امر دلچسپی کا باعث ہے کہ صغانی اپنی ابتدائی تالیفات میں جن میں عموماً چھوٹے چھوٹے رسالے شامل ہیں' دسرے لغویوں کی زبان اور اقتباسات سے نکات دیت چلا جاتا ہے مگر جوں جوں اس کے اپنے علم میں اضافہ ہوتا گیا اور دوسرے حضرات کے عباراتوں کی تنقیح اور بالآئر اپنے پختہ ذہنی اور علم گہرائی کی وجہ سے اپنے طرف سے اضافہ بھی کیا۔

صغانی کی تحریرات کا اس انداز تحلیل سے مدد لے کر بغور مطالعہ کیا جائے تو اس ضمن میں کافی شواہد جمع کیے جائیں تو داخلی شہادات کی بناء پر صغانی کی تمام نگارشات کی ترتیب و تالیف بآسانی متعین ہوسکتی ہے۔ نیز اس تحلیل و تدریج سے صغان کے فکری ارتقاء کا اندا ابھی بغیر کے کسی دقت کے لگایا جاسکتا ہے۔ تاہم یہاں پر چند خارجی اور داخلی شہادات کے بناء پر ان کتابوں کی ترتیب دی ہے جو ممکن ہے تراجم کی کتب میں اس طرح نہ ہو۔ لہذا صغانی کی اکثر کتب جو مختلف دار سے چھپ چکی ہے اور عموماً طور پر دستیاب ہے سے استفادہ کیا گیا ہے۔

صغانی کا لغت میں منہج ومدرسہ:

امام صغانی نے لغت میں جو منہج اپنایا ہے اسے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے باقاعدہ طور پر کسی خاص مکتب لغت کی اتباع نہیں کی' مروج مکتب لغت یا مدرسہ لغت تھے ان میں مشہور ومعروف دو تھے اور جن کی اتباع کی جاتی تھی ان میں خلیل بن احمد فراہیدی (۱۷۵ھ) جو منہج انہوں نے کتاب العین میں وضع کیا ہے[26]۔ اس کے بعد کچھ ترامیم کے ساتھ اسماعیل بن القاسم القالی (م ۳۵۲ھ) کتاب البارع میں اور بعد ازاں ابو منصور الازہری (م ۳۷۰ھ) تہذیب فی اللغۃ میں اور ان کے بعد الصاحب بن العباد (م ۳۸۵ھ) نے المحیط میں اور پانچویں صدی کے آخر میں ابو الحسن علی اسماعیل ابن سیدہ (م ۴۵۸ھ) نے اختیار کیا۔

چوتھی صدی ہجری سے ایک دوسرا انداز ترتیب ابن درید (م ۳۲۱ھ) نے اختیار کیا تھا' چلتا رہا اس انداز میں کلمات عرب کی ترتیب تو نصر بن عاصم کوفی کی ترتیب حروف پر تھی۔ مگر ہر باب کو مزید کلمات عرب کی بناوٹ کے اعتبار سے ثنائی اور رباعی وغیرہ پر تقسیم کیا گیا اس انداز ترتیب کے دوسرے بڑے نقیب ابن فارس (م ۳۶۵ھ) ہیں جنہوں نے یہ انداز اپنے معجم المجمل اور مقاییس میں اختیار کیا۔ معاجم کے یہ تراتیب مشکل اور عسیر الفہم تھی چنانچہ ان کے ساتھ ساتھ وسطی وایشا میں ایک تیسرا انداز ترتیب تیسری صدی ہجری کے آخر میں اسماعیل بن حماد الجوہری (م ۳۵۰ھ) نے اپنی معروف تالیف الصحاح فی اللغۃ کے ذریعہ متعارف کروایا اس انداز میں کلمات کو بالحاظ آخری حروف نصر بن عاصم کوفی کی ترتیب حروف کے مطابق رکھا گیا۔

اگر چہ جوہری والی ترتیب پر بہت اعتراض ہوئے ہیں[27]۔ تاہم یہ ترتیب اس وقت کے اعتبار سے بہت بہتر اور کافی مقبول تھی چنانچہ اس انداز کو سب سے زیادہ رواج صغانی ہی نے اپنے معاجم کے ذریعے دیا[28]۔ ان کی ترتیب کے مطابق لغت عرب کے تمام مواد کو آخری حروف کے مطابق ابجدی طور پر مرتب کیا گیا بعد ازاں ان کے ابتدائی حروف کے مطابق فصول پر تقسیم کیا گیا۔ آخری والی حروف کی تقسیم کو ابواب اور ہر باب میں مزید ترتیب کے لیے ابتدائی حروف کی رعایت سے فصلیں قائم کی گئی جیسے غلق کو پہلے "ق" کے باب میں اور پھر فصل "غ" میں دیکھا جائے گا۔

یہی طریق ترتیب رباعی اور خماسی میں کلمات کے لیے اختیار کیا گیا ہے۔ یعنی پہلے آخری حرف کے باب اور ابتدائی حرف کی فصل یمس دیکھا جائے بعد ازاں اس کلمہ کا حرف ثانی اور پھر حروف ثالث ابجدی ترتیب میں ہو گا۔

اس ترتیب میں پورے مواد کو ۲۸ ابواب پر پھر اس طرح ہر باب ۲۸ فصول پر منقسم ہے۔ الا یہ کہ فصل کوئی کلمہ کلام عرب میں موجود نہیں تو معجم میں وہ فصل نہیں دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں یہ تو سب کو معلوم ہے کہ ابواب میں باب الف لینہ کی کوئی فصل ہی نہیں ہے۔

اس وقت کی عمدہ ترتیب سے صغانی کما حقہ استفادہ کرنے کے بعد اپنے متفکر ذہن کی بدولت اس پر قناعت نہ کر سکے۔ اسلیے انہوں نے اپنی مختلف کتب و رسائل میں مواد کی ترتیب تین چار انداز سے رکھی ہے جو صغانی کی زرخیز دماغ اور وسعت معلومات کے علاوہ تخلیقی ذہن کی غماز ہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صغانی نے اپنی بڑی کتابیں چھوڑ کر چھوٹی ہر تالیف میں بالکل جدا جدا ترتیب کلمات کا کام سرانجام دیا ہے ان میں سب سے قدیم انداز کتاب الانفعال میں پایا جاتا ہے۔ جس میں انفعال کی بناوٹ کے اعتبار سے سارے مواد کو ان میں ابواب پر پر تقسیم کیا ہے:

۱۔ سالم' ۲۔ مضاعف' ۳۔ الجوف' ۴۔ ناقص' ۵۔ لفیف مقرون ۶۔ مہموز الفاء' ۷۔ الجوف المہموز' ۸۔ مہموز العین' ۹۔ ناقص المہموز العین الفاء' ۱۰۔ مہموز اللام۔

ان ابواب میں افعال میں سے انفعال کا ابتدائی الف نون نکال کر باقی مواد کو لام کلمہ کے اعتبار سے مرتب کیا ہے۔ جن افعال میں عوارض ہیں ان کے عوارض کو نظر انداز کر کے ترتیب دی گئی ہے۔

صغانی نے یہ ترتیب چند تبدیلیوں کے ساتھ الفارابی کے مطابق رکھی ہے جب کہ ان میں اسماء حروف' افعال وغیرہ ایک ہیں متعلقہ ترکیب کے تحت دیے ہیں اس ترتیب کو صغانی کے ذہن کو قدیم ترین پیداوار کا نام دے سکتے ہیں۔

کتاب فعلان میں صغانی میں ابواب کا خیال نہیں رکھا بلکہ آخری الف نون خارج کر کے باقی حصہ میں نام کلمہ کے مطابق سارے افعال کو مرتب کیا ہے۔ ایک ہی ترکیب کے تحت آنے والے افعال کے مزید تنسیق میں ان کے فاء کلمہ کا خیال رکھا گیا ہے۔ یہی انداز اپنے رسالہ الاضداد میں رکھا ہے کہ ان کے نام کلمہ کے مطابق ترتیب دیگر ان کے تحت افعال اسماء' حروف و مشتقات وغیرہ کو ایک ہی سلسلے میں مرتب کر دیا ہے۔ کتاب فعال میں بھی یہی اصول کار فرما ہے۔

اس ظاہری اختلاف ترتیب کا مقصود محض اختلاف ہی نہیں بلکہ ان خاص خاص رسالوں کے الفاظ اور ان کی بہتر سے بہتر ترتیب مطلوب تھی جو ایک لگے بندھے کلیے کے مطابق قائم ہوتی تھی اور جو اس خاص رسالے کے لیے از بس مناسب ہوتی۔

حقیقت امر یہ ہے کہ مندرجہ بالا رسائل میں صغانی نے ہر کلمہ کے ف ع ل پر زائد حروف کو درخور اعتناء نہ سمجھتے ہوئے لام کلمہ اور پھر اندورنی طور پر فاء کلمہ کے مطابق مرتب کیا ہے۔

پورے مواد کو نام کلمہ کے تحت مختلف ابواب میں تقسیم کرنے کا عام انداز تو تھا ہی جس کی صغانی نے پیروی کی ہے۔ مگر ہر باب میں کلمات کی مزید اندرونی ترتیب کا لحاظ جو ان کلمات کی ترتیب کی بنیاد بنتا ہے' دراصل صغانی کا خاصہ ہے یہ قدم بڑھا کر صغانی نے جوہری کی ترتیب پر ایک گونہ بہت اچھا اور عصری تقاضوں کے مطابق اضافہ کیا ہے۔ اس انداز کا مظاہرہ صغانی نے اپنے رسالہ اسماء لفادہ فی اسماء العادہ جو صغانی کی تقریباً سب سے آخری تالیف ہے[29] اس میں کیا ہے۔

اس رسالہ میں صغانی نے تمام مواد کو فاء کلمہ کے اعتبار سے ابجدی حروف کے ابواب پر تقسیم کیا ہے پھر ایک ہی باب کے کلمات کے اندرونی ترتیب کے قیام کے لیے لغت کی دیگر کتب کی ترتیب سے کافی ہٹ کر ایک نئی ترتیب وضع کی ہے۔ صغانی نے ایک ہی باپ کو کلمات کو پہلے ہر کلمہ کی پہلے حرف یعنی فاء کلمہ کو پیش نظر رکھ کر مرتب کیا ہے۔ بعد ازاں ہر کلمہ کے اشتقاقی واضافی حروف کے مطابق ترتیب دیتے چلے گئے ہیں۔ یوں ایک ہی ترکیب میں مزید ترتیب کا لحاظ جس انداز میں صغانی دیتا ہے یہ اس وقت کو نئی ایجاد تھی۔ اس ترتیب کی ایک مثال کے مذکورہ بالا رسالہ کے باب الجیم کے ترکیب جبل کے تحت دیے گئے کلمات میں موجود ہے: الجَبِلہ الجِبلہ والجُبلہ الجِبِلہ والجَبَلہ والجَبَّیلہ۔ ان میں سب سے پہلے ثلاثی مجرد مگر ان میں بھی اعراب کی ایک خاص ترتیب پھر ثلاثی مزید یعنی لام کلمہ کی تشدید کے ساتھ اور آخر میں الجبیلہ جو اگرچہ ثلاثی مجرج کا ملہ ہے۔ مگر اس میں ج ب کے بعدی کا اضافہ ہے۔ اس لیے ترتیب میں سب سے آخر میں لایا گیا ہے۔

اس قیم کی ترتیب کا رواج عام نظر نہیں آتا۔ مگر صغانی کے ہاں آخری دور میں تھا۔ اس ضمن صغانی نے ایک قدم اور یکے بڑھایا۔ وہ یہ کہ ایک ہی باب کے کلمات میں جو مختلف تراکیب کے تحت واضع ہوئے ہیں' ان کی ترتیب میں کلمات کے اصل حروف کی ابجدی ترتب دینے کی بجائے ان کی ظاہری شکل کی ترتیب ملحوظ رکھی ہے اس لے کہ تراکیب میں موجود کلمات کے اصل رو کی ترتیب سے کلمات کی بہتر ترتیب میں خلل واقع ہوتا تھا۔

یہ ایک ایسی ترتیب ہے جس کے بارے میں دعوی کیا جا سکتا ہے کہ جس ترتیب کی آج کل زیادہ سے زیادہ احتیاج محسوس کی جا رہی ہے اس اندا کا پیش خیمہ یہی ترتیب ہے۔ اس امر کی عمدہ مثال صغانی کے اس رسالہ کے باب الشین کے تحت دینے جانے والے کلمات میں واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے:

الشاکلہ' الشربہ' الشکیمہ' الشمال' الشنشنۃ' الشیمہ' الشئمہ۔ اگر تراکیب کے اصلی حروف کا لحاظ پیش نظر ہوتا تو ترتیب یوں ہوتی: الشربہ' الشاکلہ' الشمال۔ الشیبہ الشکیمہ' الشیمہ' الشنشنہ اور آخر میں الشربہ ہوتا مگر صغانی نے کلمات کی ظاہری صورت جو مشتقاقی حروف کے اضافے سے بنتی ہے اس میں ابجدی ترتیب اختیار کرنے کی سعی کی ہے۔

یہ وہی ترتیب جس کے بل بوتے پر لویس معلوف' بطرس بستانی اور جبران مسعود نے اپنے اپنے معجم کی ترتیب کی ہے۔ جس کا کریڈٹ صغانی کو ہی دینا چاہیے۔

عربی کلمات کے اصلی حروف کے بناء پر کلام عرب کی تقسیم کے ضمن میں صغانی نے جمہور لغویین کی پیروی کی ہے۔ واضح رہے کہ الخلیل کی رائے میں کلام عرب کی چار اقسام ہیں ثنائی' ثلاثی' رباعی' خماسی۔ اس تقسیم کی رعایت سے صغانی ایک ترتیب میں ان چاروں اقسام کے کلمات لاتے ہیں مزید براں صغانی ثلاثی مجرد کے بعد مزید میں: افعل' فعّل' فاعل' تفعل' تفاعل' افتعل' انفعل' استفعل' افوعل' افعول اور افعال کے اوزان میں کلمات دیتا ہے۔ صرف اس رباعی کے بارے میں کوفیین اور بصریین میں اختلاف ہے۔ جو مضاعف ہے۔ اس رباعی کو کوفی حضرات ثلاثی سے مشتق سمجھتے ہیں اور اس کی تتبع میں آنے والے کلمات کو ثلاثی ہی کے تحت لاتے ہیں۔ مگر بصریین کے نزدیک یہ مضاف رباعی میں شامل ہے۔ اس لیے اسے الگ کلمہ کی جگہ دیتے ہیں۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو کوفیون کی پیروی کرتے ہیں مضاعف رباعی کو ثلاثی کے تحت ہی جگہ دیتے ہیں۔ جیسے کبکب کو کبب اور لبلب کو لبب میں صغانی نے جگہ دی ہے۔

مفردات کلمات میں کو کن کن تراکیب کے تحت لایا جائے معاجم نویسوں کے ہاں یہ اختلافی مسئلہ ہے بعد کلمات صرفی احکامات کے بناء پر بعض اشتقاقی روسے اور کئی اصلی کی حروف کی تبدیلی کے سبب مختلف لغویوں کے ہاں مختلف تراکیب میں جگہ پاتے ہیں ان کے لیے کوفیوں اور بصریوں نے قواعد وضع کیے ہیں ان ہی قواعد میں سے کئی کو مناسب سمجھتے ہوئے صغانی نے ان کی تتبع کی ہے۔ جیسے مضاعف رباعی ضمن میں ذکر کیا جاچکا ہے۔

صغانی نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ کلمات کے اصل حروف کا کھوج لگایا جائے اس سلسلے میں اساطین کے علم کے عمدہ قواعد وضوابط کا سہارا لیا ہے۔ انہیں اساطین کی آراء کا لحاظ رکھتے ہوئے ان کلمات کو انہی کے مرضی کے مطابق تراکیب میں دے دیا ہے۔ مگر اس امر کا اشارہ ضرور کرتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ لفظ فلاں باب میں ہونا چاہیے تھا۔ جیسے:

" ولولا أنَّ الأزهريَّ قال: بَاذَأْتُه لكان مَوْضع ذِكْر هذه اللغة عندي بابَ المعْتَلّ كَذكري المرأةَ البذيَّةَ "[30]

صغانی نے اپنے علم وفضل کی بدولت الفاظ کے اصلی حروف سمجھنے میں سابقہ لغویوں سے کبھی کبھی اختلاف بھی کیا ہے۔ یہ اختلاف زیادتی حروف' اعتلال حروف لینہ ارو مہموز و غیر مہموز میں ہوا ہے۔ ان کے علاوہ کے بعض کلمات کے وزن سمجھنے میں اختلاف رہا ہے۔ جس کی وجہ سے کلمات مختلف حروف اصل کے تحت دیے گئے ہیں[31]۔ اس ضمن میں صغانی کا کمال یہ بھی رہا ہے کہ دیگر حضرات کے اختلافات سے صرف نظر نہیں کیا اور ساتھ ہی اپنی آراء بھی بتائی ہے۔ اس کی ایک مثال کوکب کے اصلی حروف کے ضمن میں دیے گئی آراء میں موجود ہے۔

بعض کلمات کے اصلی حروف کے بارے میں غیر یقینی صورت حال سے بھی دوچار ہوئے ہیں جیسے قینقاع کے سلسلے میں کہا ہے کہ اگر اصلی لفظ ہے تو اسے ترکیب قنقع میں اور اگر مرکب میں تو ترکیب میں قین میں یا پھر قوع میں مذکور ہونا چاہیے جب کہ خود یہ بات

ترکیب قنقع میں کہہ رہے ہیں۔ جن کلمات کے حروف اصلیہ میں اختلاف پایا جاتا ہے اور ان کے بارے میں صغانی کوئی واضح فیصلہ نہ کر پائے تو انہیں دونوں یا تینوں جتنی بھی صورتیں بنتی ہیں ان کے تحت دے یا۔ اس قسم کی مثالیں صغانی کے ہاں بہت ہیں [32]۔

اور بعض کلمات کی دو یا زیادہ صورتیں اس لیے دی ہیں کہ یہ عموماً حروف لینہ اور مہموز اور غیر مہموز کے اختلاف کی بناء پر ہوئے ہیں۔ ان صورتوں کے قائلین بڑے بڑے ثقہ لغوی تھے جیسے:

" ووزْن قِنْدَأْوَةِ فِنْعَلْوَةُ، وذكرها بعضهم في تركيب ق ن د، وها موضع ذكرها. هذا إذا هُمِزت، لأن أبا العيثم قال: تُهمز ولا تُهمز؛ فإن لم تُهمز فوزْنها فِنْعالة وموضع ذِكرها باب الحروف اللينة في تركيب ق د و "[33]

صغانی نے اس امر کا خاص خیال رکھا کہ جن کلمات کو کسی حرف کی غلطی، تحریف، یا وزن کی غلطی کی بناء پر غلط جگہ دے دی گئی ہو تو اس کی طرف اشارہ غلط جگہ پر ہی کر دیا جب کہ اس بارے میں تفصیل اس کی اصل جگہ پر ہی دی یوں صغانی اس لیے کرتے ہیں کہ آئندہ نسلیں یہ سمجھے کہ ان کلمات سے صغانی ناواقف رہا یا وہ جانتا ہی نہ تھا۔ اس قسم کی تصحیحات بھی بے شمار ہیں۔

کلمات کے بنانے اور ان کے اصل حروف کے سمجھنے کے ضمن میں ابن فارس نے دو چیزوں سے بہت کام لیا ہے ان میں پہلی اصول کلمات اور دوسری نحت ہے۔ صغانی چونکہ اس مدرسہ فکر کے نقیب تھے اس لیے انہوں نے ابھی ان قواعد سے اپنے کتب میں بھرپور استفادہ کیا ہے۔[34]

اس کے علاوہ صغانی نے معجم کے اندر تاریخی اور جغرافیہ اسماء، اعلام اور ذاتی حالات کثرت سے ذکر کیے ہیں گو یہ خلیل احمد فراہیدی نے بھی کتاب العین میں اور ابن درید میں جمرۃ میں بھی ذکر کیے ہیں مگر صغانی کو اس میدان میں کمال حاصل ہے کہ ان کتب اسماء بلدان والمواضع سے بھری پڑی [35]۔

ان کے علاوہ اسماء، اعلام جن میں صحابہ کرام، محدثین، تابعین، قراء، علماء و شیوخ ادب کے علاوہ سیاسی شخصیات کے اسماء اور ان سے متعلق اہم اور قابل ذکر باتوں سے صغانی نے اپنی کتب خاص طور پر العباب بھر دی ہے۔

صغانی عربی لغت نویسی کا اطلاقی پہلو:

عربی زبان میں دلالت معنی کے اعتبار سے الفاظ تین اقسام پر مشتمل ہیں۔ پہلی وہ جس میں معانی بھی جدا جدا اور الفاظ بھی الگ الگ ہوتے ہیں جیسے جلس اور ذھب۔

دوسری وہ جس میں معنی ایک ہو مگر الفاظ الگ الگ ہوں جیسے ذھب اور انطلق۔

تیسری وہ جس میں معنی ایک سے زیادہ ہوں مگر لفظ ایک ہی جسے العین جس کے کوئی دس سے زیادہ معنی بتائے گئے ہیں۔

پہلی اور دوسری قسم عام ہے جیسے مترادف کہتے ہیں اس قسم سے کسی زبان کی وسعت کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ آخری قسم کو لغوی میں اصطلاح میں مشترک کہا گیا ہے۔ اس قسم کے ایک لفظ کے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔ جو آپس میں متضاد بھی ممکن ہے اور غیر متضاد بھی چنانچہ اس مشترک میں مزید تقسیم کے تحت اختلاف معنی کے بنیاد پر کلمات اضداد آتے ہیں۔

اصل زبان نے ایک ہی لفظ سے دو متضاد چیزوں کو موسوم کیا ہے تا کہ زبان میں وسعت پیدا کی جا سکے۔ اس تناظر میں صغانی نے اپنی کتاب الاضداد میں ان مشترک اور متضاد کو جمع کیا ہے اور اس لیے اس کتاب کا نام الاضداد رکھا گیا ہے۔ اطلاق کے لحاظ سے یہ نہایت ہی اہم تصنیف ہے۔ صغانی نے اس کتاب کے مقدمہ میں ان سے استفادہ اور اپنے طریقہ کار پر روشنی ڈالی ہے۔

صغانی اپنی اس مختصر کتاب ''الاضداد'' میں اس امر کا لحاظ رکھا ہے کہ وہ کلمات جو طبع سلیم کے مطابق حدود اضداد میں داخل نہیں ہوتے انہیں اس نے اپنی کتاب میں محض سابقین کے تتبع میں دیا ہے[36]۔

اس کے علاوہ آپ کی دوسری تصنیف مختصر فی اسامی الاسد و کناہ ہے اس کتاب میں لغت عرب میں حیوانات' حشرات خاص طور پر خیل' ابل اور نحیل وغیرہ کو بہت ہی اہم مقام حاصل رہا ہے یہی وجہ ہے کہ اہل زبان نے اور خصوصاً لغویوں نے مختلف حیوانات اور حشرات پے بے شمار رسائل تحریر کیے ہیں۔ اگرچہ حیوانات وحشرات سے متعلق اسماء'صفات ودیگر متعلقات' معاجم اور لغت کی دیگر کتاب,ں میں بھی داخل تھے مگر الگ الگ مستقل بالذات تصانیف بھی ان پر تحریر کی گئیں۔ ان میں سب سے زیادہ حیوانات او رحیوانات میں سب سے زیادہ خیل پر مؤلفات موجد ہیں جن میں اس کے اسماء ہر حصے کے نام اور ان سے متعلق اشعار وامثال محاورے غرض یہ کہ اسجانور سے متعلق بے شمار لٹریچر پیدا ہوا ہے[37]۔

کتاب یفعول: بغداد میں علمی لیاقت کے بدولت ایک خاص مقام حاصل ہونے کے بعد صغانی مؤید الدین محمد ابن المقلی وزیر الملک المستنصر کی مجالس میں عموماً حاضر ہوا کرتے تھے۔ جیسا کہ اسکے بیٹے کو پڑھانے کے علاوہ کئی مسائل پر بڑی دقیق بحثیں بھی ہوا کرتیں ۔ ایسے ہی ایک موقعہ پر اس مجلس میں ایسے کلمات کا ذکر ہوا جو کلام عرب میں یفعول کے وزن پر آتے ہیں۔ چنانچہ صغانی نے اس وقت ان کلمات کو بیان کیا جنہیں بعد میں ایک خاص ترتیب کرکے ایک رسالے کے صورت دے دی گئی۔ اس رسالے کے مقدمہ میں صغانی نے قرآن کے انداز کی جو سورہ مریم ہمیں ہے نقل کرنے کی سعی کی جس میں کافی حد کامیاب رہے ہیں[38]۔

اس رسالے میں کلمات کی ترتیب یاء مشترق کے تحت پہلے لام کلمہ اور پھر فاء کلمہ کو خاطر میں لاتے ہوئے ابجدی رکھی گئی۔ اوریوں مختلف حروف تہجی کے تحت ترتیب دیتے ہیں۔ صغانی اس رسالے میں الفاظ کے معنی میں قرآن حکیم ' احادث نبوی ﷺ آثار صحابہ اشعار اور کلام عرب سے کلمات کی معنی کی تشریح اور شواہد پیش کیے ہیں قرآن حکیم کے اختلافی قراءت سے جو ادبی عربی کا ایک حصہ ہے ' بھی مدد لی ہے۔ لغوی کلام سے استفادہ کیا ہے[39]۔

اسماء الذئب وکناہ: علامہ صغانی کی یہ عادت رہی ہے کہ دوران مطالعہ درس وتدریس مختلف اشیاء کے نام الگ الگ جمع کرتے رہتے تھے جس کا مظہر صغانی کے مختلف رسالے ہیں جیسا انہوں نے اسماء الخمر ' اسماء الحیہ ' اور اسماء الریاح کو جمع کیا ہے۔ علامہ صغانی نے الگ الگ جگہوں میں مختلف گروپوں میں ان اسماء کو جمع کرکے ایک خاص ترتیب دیا۔ اسماء الذئب میں علامہ صغانی کا رسالہ اپنی نوعیت کے اعبتار سے منفرد ہے کہ آپ خاص انداپر اسماء کو ترتیب دینا علامہ صغانی کی اپنی اختراع ہے سابقہ لغت نویسوں نے اسماء الذئب اپنی کتابوں میں دیے ہیں مگر متفرق حالت میں جب کہ صغانی نے انہیں جمع کرکے ایک حسین ترتیب میں رکھا ہے۔ جس سے ان کی مرتب ذہن اور لغت نویسی عمدہ فکر پر روشنی پڑتی ہے۔

کتاب الشوارد من اللغات: صغانی مزاج کے اعتبار سے نادر کلمات اچھوتی تراکیب ' غریب الفاظ ' اور نئی صنائع ادب کا دل دادہ تھا انہوں نے بچپن سے عمدہ کلمات سیکھنے کے تعلیمات پائی تھی چنانچہ زندگی میں مختلف کتب ادب و لغت سے ایسے کلمات اور افعال جمع کرتا رہا۔ اس عمل کے نتیجے میں یہ کتاب الشوادر من اللغات عمر کے آخری سالوں یعنی ٦٤٧ھ کے لگ بھگ مکمل ہوئی۔

کتاب الشوارد کے مرتب کرنے کا مقصد سوائے جمع شواہد اللغات کے اور کوئی نظر نہیں آتا اس میں اپنے طریقہ عمل کو بھی واضح کیا ہے۔ صغانی کا مقصد جمع شوارد کے ساتھ ساتھ ان کی باریکیاں بھی وضع کرنا تھی نیز ان کے بارے میں معلوم جو زندگی بھر جمع کی تھی۔ انہیں بھی یہاں استعمال کرنا تھا۔ مزید یہ بھی پتہ چلتاہے۔ کہ یہ معلومات لغت کی متداول کتب میں موجود نہیں تھی۔

اسماء الغاۃ فی اسماء العادۃ: صغانی کی اس تالیف میں لغت کے اندر موجود عادات و خصائل سے متعلق اسماء کو چاہے وہ اچھے ہوں یا برے حروف ابجد کے تحت مرتب کیا ہے۔ یہ رسالہ اس دور کے تالیف ہے جب صغانی غالباً نظر بند تھے اور حج پر جانے کی انہیں اجازت نہیں تھی۔ قیاسات کے مطابق یہ دور ٦٤٧ھ سے کچھ پہلے شروع ہوتا ہے اور غالباً ٦٥٠ھ تک جاری رہتا ہے۔

اس کتاب کی تالیف کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ عادات وخصائل سے متعلق جو اسماء مختلف مواقع و محل اور لوگوں کے لیے کلام عرب میں مستعمل ہیں انہیں ایک جگہ جمع کر دیا جائے تاکہ ان تک رسائی آسان ہو' انہیں یاد کیا جاسکے اور بوقت ضرورت کلام میں استعمال کیا جاسکے۔

کتاب فعال: کلام میں فعال بوزن قطام (مبنی بالکسرہ) کے باب میں کافی کلمات آئے ہیں جو مخصوص مطالب و مقاصد کے لیے مستعمل ہیں۔ انہیں خاص لغوی ترتیب کے تحت مرتب کیا ہے۔ اور اسی طرح آپ کی تصنیف کتاب فعلان بھی صرفی ترتیب پر مبنی ہے۔ اور کتال الانفعال کا تعلق بھی اس فن سے ہے۔ صغانی نے اپنے کتاب میں بہت سے افعال ایسے دیے ہیں جو بذات خود ان کے اپنی معنی اور اپنا عمل ہے۔

اور اسی طرح آپ کی تصنیف تراکیب لغات العرب میں صغانی نے صحاح جوہری ارو التکملہ کو ملا کر مجمع البحرین مرتب کی تو اس طرح انہوں نے لغات عرب کی تقریباً تمام تراکیب کو اس کتاب میں جمع کر دی اس کے بعد صغانی کو خیال آیا کہ جن تراکیب کے تحت مجمع بحرین میں سارا مواد جمع کیا گیا ہے۔ صرف ان تراکیب کو الگ الگ اسی ترتیب میں منضبط کیا جائے تو اس سے دو فائدے حاصل ہوں گے۔ ایک تراکیب کا علم ہو جائے گا جو جوہری نے کتاب الصحاح میں دیے ہیں نیز ان پر جو میں نے اضافہ کیا ہے۔ دوسرا کلام عرب میں مستعمل تراکیب کا ایک ہی نظر میں پتہ چل جائے گا۔ ان تراکیب میں سیاروشنائی سے جوہری کی لائی ہوئی تراکیب دی ہیں جب کہ اپنی معلوم کردہ تراکیب سرخ روشنائی سے درج کیے ہیں۔

اسماء الخمر والحیط الریاح صغانی نے مختلف اسماء یعنی الخیل ' المطر ' الوحوش 'السیف ' البلدان والمیاہ والادیہ وغیرہ بیان کیے ہیں۔ اور اسی طرح التکلمہ والذیل والصلتہ ہے اور مجمع البحرین ہیں جن میں کلام عرب کا کلام جمع کیا ہے۔ اور کتاب العباب والزاخر واللباب والفاخر ' یہ عظیم الشان کتاب جو معجم اور مواد کے اعتبار سے اپنے عہد اور اس سے پہلے اپنی مثال نہیں رکھتی ہے۔ اس اطلاق پہلو کا ذکر ما قبل تحت عنوان صغانی لغت میں منہج کے تحت گزر چکا ہے۔

خلاصہ و نتیجہ بحث:

1. صغانی اگرچہ چند امور میں بصری مدرسہ نحو ولغت کے طرف جھکا ہوا ہے تاہم وہ مدرسہ کوفہ سے بھی استفادہ کرتا ہے۔ لہذا صغانی کی لغت نویسی کا عہد حاضر میں اطلاقی پہلو اس وجہ سے بھی نمایاں ہے۔

2. صغانی نے اصول لغت طرف رجوع کو اپنا اولین شعار بنایا تھا اور پھر ان اصول کتب میں صحیح ترین نسخہ حاصل کیے اور صحت کلمات کے لیے متقنین علماء کی آراء کا سہارا لیا یہی وہ خوبی ہے جس نے صغانی کو دیگر لغویوں سے ممتاز بنا دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ توضیحات و تشریحات کے ضمن میں متقدمین کے مابین اختلافات سبھی حضرات دیتے رہے ہیں اور دیتے ہیں جب کہ صغانی اس موقع پر کسی ایک کو اپنے علم کے بدولت ترجیح دینے جھجکتے۔ شواہد شعری کی مکمل صحت اور نسبت نیز روایات و کلمات کی درستی تو صغانی کی مدرسہ فکر کی ایک عمدہ مثال ہیں۔

3. صغانی اہل زبان نہیں تھے چنانچہ عربی زبان ان کی اکتسابی زبان تھی اس لیے کلمات' ان کی تفسیر وغیرہ کے لانے میں زیادہ تر انہوں نے دیگر لغویوں پر اعتماد کیا ہے۔ مگر جو ایسے جیسے چیزیں صغانی لائے ہیں وہ ان کا اپنا کام سمجھا جاسکتا ہے۔ یہی حصہ اگرچہ کم ہوگا لیکن ایک عجمی ہونے کے لحاظ سے کم نہیں کہا جاسکتا۔

4. لغت نویسی کے میدان میں صغانی کے گراں قدر خدمات ہیں جن کا اعتراف شوقی ضیف جیسے معاصر ادیب ولغت نے کی ہے۔ جو لغت کا نیا انداز ہے وہ قدیم انداز فہم کے اعتبار سے زیادہ سہل ہے۔ محققین کے لیے صغانی کی لغوت نویسی میں خدمات سے کافی حد تک استفادہ کرنا چاہیے۔

حواشی و مراجع:

[1] صغانی خود اختصار کے طور پر حسن بن محمد بن حسن صغانی لکھا کرتے تھے' مگر کبھی کبھی مکمل نام بھی لکھا ہے جیسے العباب کے مقدمہ میں دیا ہے صغانی کے تذکرہ نگاروں نے کبھی مختصر اور کبھی مکمل صورت میں نسب نامہ لکھا ہے اور ان کے نسب نامے میں کسی اختلاف کا ذکر نہیں کیا گیا۔ البتہ الزبیدی تاج العروس میں میں اختصار کے طور پر محمد بن حسن صغانی لکھا ہے۔

[2] واضح رہے کہ زبیدی اور فیروز آباد نے الصاغانی صاد کے بعد الف لکھا ہے (الزبید' تاج العروس' مقدمہ) دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۹۹۹ء۔ زبیدی' مراتین النحویین' در الکتب العلمیہ' بیروت' سطن' ص ۳۲۱

[3] لکھنوی' عبدالحی' نزہۃ الخواطر' مکتبہ العلمیہ' لاہور' پاکستان' ج ۱' ص ۱۳۷؛ ڈاکٹر پیر محمد حسن' مقدمہ العباب الزاخر' ج ۵' ص ۱۲)

[4] اللکھنوی' نزہۃ الخواطر' ج ۱' ص ۱۳۷

[5] الدمیاطی' معجم الشیوخ' ترجمہ الصغانی' ص ۳۴۔

[6] منہاج الدین' جورجانی طبقات ناصری' مکتبہ العلمیہ' لاہور' ج ۱' ص ۲۸۶۔

[7] جوزجانی' منہاج الدین' طبقات ناصری' قم ایران' سطن۔ ج ۱' ص ۲۸۸

[8] حوالہ مذکور

[9] آزاد، غلام علی، سبحہ المرجان، دار العلم والملایین، بیروت، ص ۷۰۔ اور صغانی، العباب الزاخر، دار الکتب العلمیہ بیروت، ط ۳، ۱۹۹۹ء، ص ۳۲۔

[10] صغانی، العباب، ص ۳۵۔

[11] لکھنوی، عبد الحئ، نزہۃ الخواطر، دار احیاء التراث العربی، ۲۰۰۲ء، ج ۱، ص ۱۳۷۔

[12] صغانی، العباب، ج ۱، ص ۴۳

[13] یاقوت الحموی، معجم الادباء، دار المعرفہ، سطن، ج ۳، ص ۲۱۷۔

[14] سجزی، امیر حسن، فوائد الفواد، دار الفکر بیروت، ۱۹۹۳ء، ص ۱۷

[15] الدمیاطی، معجم الشیوخ، ص ۱۲۳۔

[16] حوالہ مذکور

[17] جوزجانی، طبقات ناصری، ص ۵۲۲۔

[18] الدمیاطی، معجم الشیوخ، ترجمہ الصغانی، ص ۳۸۔

[19] حسن السجزی، فوائد الفواد، ص ۱۷۹

[20] دمیاطی، معجم الشیوخ، ص ۲۲۶۔

[21] صغانی، مقمہ العباب، ص ۳۲۱۔

[22] حوال مذکور۔

[23] صغانی، مشارق الانوار، ج ۱، ص ۳۲۱۔

[24] دمیاطی، معجم الشیوخ، ترجمہ صغانی، ص ۲۶۷

[25] الجندی، کتاب السلوک فن طبقات العلماء والملوک، ص ۲۰۹۔

[26] یہ واضح رہے کہ حروف ابجد کے موجودہ ترتیب نصر بن عاصم الکوفی (م ۸۹ھ) نے دی مگر اس ترتیب کے بر عکس غالباً خارجی اسباب کے بدولت الخلیل نے اپنی معجم کی ترتیب مخارج حروف کے لحاظ سے رکھی۔

[27] حسن نصار، ڈاکٹر، المعجم العین، ص ۲۵۲,

[28] احمد عبد الغفور عطار، مقدمہ الصحاح، ص ۱۰۲۔

[29] سب سے آخری تالیف 'تکمیل کے اعتبار سے العباب ہے مگر شروع کرنے کے اعتبار سے اسماء الفادہ ہے۔ صغانی نے العباب میں جوہری کے درست کردہ ترتیب کا لحاظ رکھا جب کہ آخری عمر میں اس ترتیب کی بجائے اس رسالہ کی ترتیب کو سب سے بہتر گردانا ہے۔

[30] صغانی، العباب الزاخر "تحت" بذا".

[31] صغانی نے لفظ مرکز کو فعلل کے وزن پر سمجھا ہے اور اس لے اسے العباب میں اس ترتیب میں جگہ دی ہے جب کہ دیگر حضرات نے اس کا وزن مفعل سمجھ کر رقس سے دیا ہے۔

[32] جیسے مثال العباب کی ترکیب: جسد و جلسد اور صنع و صنتع میں دیکھ سکتیں ہیں۔

[33] صغانی، البعاب، مادۃ قدأ

[34] حسین نصار، ڈاکٹر، معجم العربی، ص ۴۳۱۔

[35] حوالہ مذکور۔

[36] اضداد سے متعلق کلمات کو ان کی تراکیب کے تحت العباب اور تکلمہ وغیرہ میں دیکھا جا سکتا ہے تکملہ ج ۲۔ ص ۲۳۷۔

[37] حسن نصار، ڈاکٹر، المعجم العربی، ص ۱۲۲۔

[38] صغانی، کتاب یفعول "مقدمہ"

[39] سیوطی، المزہر فی اللغۃ، ج ۲، ص ۱۵۱